مسائل زکوٰۃ

قرآن وسنت کی روشنی میں

آیت اللہ ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب: مسائل زکوٰۃ: قرآن وسنت کی روشنی میں

تالیف: آیت اللہ ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

اشاعت: باراول۔ مئی 2019

تعداد: ای بک،بصورت پی ڈی ایف

نوٹ: اس کتاب میں درج قرآنی آیات اوراحادیث مبارکہ کی پروف ریڈنگ بہت احتیاط کے ساتھ کی گئی ہے۔اس کے باوجود اگر قارئین کو کوئی غلطی نظر آئے تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے۔جزاکم اللہ

رابطہ

syedniazm@yahoo.com

website: www.drhamadani.com

www.facebook.com/Dr.NiazMuhammadHamadani

youtube: ayatullah dr syed niaz muhammad hamadani

شعبہ نشر واشاعت دفتر آیت اللہ ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی۔لاہور

فہرست

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ الطاہرین

زکوٰۃ دین اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے جتنے بھی نبی اور رسول بھیجے اور جتنی بھی شریعتیں بھیجیں، زکوٰۃ کو ان سب میں بنیادی اہمت حاصل تھی۔جس طرح نماز کے بغیر اللہ کی بندگی کا تصور ممکن نہیں ہے اسی طرح زکوٰۃ کے بغیر بھی اللہ کی بندگی کا تصور ممکن نہیں ہے۔اس مختصر کتابچہ میں ہم قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام کی روشنی میں زکوٰۃ کے کچھ بنیادی مسائل پر بات کریں گے۔

اس کتابچہ میں ہم نے فقہاء کی آراء اور ان کے فتاویٰ سے بالاتر ہوکر بات کی ہے۔ظاہر سی بات ہے جب کسی موضوع پر قرآن مجید اور احادیث معصومین کی روشنی میں بات کی جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان فقہاء کی آراء و فتاویٰ سے اور تقلید کی سطح سے بالاتر ہوکر بات کرے۔قارئین محترم سے بھی ہماری گزارش یہ ہے کہ تقلید کی سطح سے بالاتر ہوکر، عقل وشعور کی آنکھیں کھول کر اس کتابچہ کا مطالعہ فرمائیں۔بنیادی طور پر یہ کتابچہ ان افراد کے لیے تیار کیا گیا ہے جو اندھی تقلید کی سطح سے بالاتر ہوکر دین کو سمجھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔اس کتابچہ کے مندرجات کو قبول یا رد کرنے کا اختیار آپ ہی کے پاس ہے، لیکن ضروری ہے کہ اسے رد یا قبول کرنے کا فیصلہ کھلے دل ودماغ کے ساتھ اور عدل وانصاف کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد کیا جائے۔

ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

17 اپریل 2019، لاہور۔

زکوٰۃ: قرآنی آیات کی روشنی میں

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ترین واجبات میں سے ہے۔قرآن مجید میں اسے ہر جگہ نماز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اسے ایک مسلمان کی ضروری صفت قرار دیا گیا ہے۔قرآن مجید میں اس کے لیے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں: زکوٰۃ، انفاق اور صدقہ۔

پہلے کچھ قرآنی آیات پر نظر ڈالتے ہیں :

1۔وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ (بقرہ:43)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

2۔وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ (بقرہ:43)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو عمل خیر تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس موجود پاؤ گے۔

3۔فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (نور:56)

ترجمہ: پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

4۔فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہُ (مجادلہ:13)

ترجمہ: پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

5۔فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً (مزمل:20)

ترجمہ: پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو۔

6۔اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰاھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَآتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (حج:41)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم زمین میں اقتدار دے دیں تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ ادا کریں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

بنی اسرائیل کی شریعت میں بھی نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ ملتا ہے:

7۔وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ ۔۔۔وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ

ترجمہ:اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے۔۔۔اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔(بقرہ:83)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ماں کی گود میں اپنی قوم سے معجزانہ طور پر بات کی تو ان کی باتوں میں ایک بات یہ تھی:

8۔وَأَوْصَانِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم:31)

ترجمہ:اور اللہ نے مجھے زندگی بھر نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

9۔وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا۔
وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (مریم:54-55)

ترجمہ:اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، یقیناوہ وعدے کے سچے اور بلند مرتبہ رسول تھے اور وہ اپنے خاندان کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے۔

مشرکین مکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے اور فتح مکہ کے بعد بھی ایمان لانے کی بجائے مسلمانوں اور مدینہ کی اسلامی ریاست کے خلاف کاروائیاں کرتے رہتے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا:

10۔فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ (توبہ:12)

ترجمہ:پس اگر وہ (کفر وشرک سے) توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

11۔وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ (اعراف:156)

ترجمہ:اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور میں جلد ہی اسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقوی اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

12۔وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ (فصلت:7-6)

ترجمہ: اور ہلاکت ہے ان مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔

13۔قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ۔ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ۔ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوۡنَ۔ (مومنون:1-4)

ترجمہ: یقیناً فلاح پا گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں،

اور وہ جو لغو سے منہ موڑے رہتے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ کو انجام دیتے ہیں۔

ان آیات کے علاوہ پانچ اور آیات ہیں جن میں مومنین اور متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے:

یُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔جس کے معنی ہیں وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

یہاں تک تو ان آیات کا ذکر تھا جن میں لفظ زکوٰۃ استعمال ہوا ہے۔اب کچھ ایسی آیات پر نظر ڈالتے ہیں جن میں لفظ انفاق استعمال کیا گیا ہے۔ان آیات کے ترجمہ میں ہم لفظ انفاق کا ترجمہ نہیں کریں گے بلکہ لفظ انفاق کو ہی استعمال کریں گے جس کے معنی ہیں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔انفاق کے معنی کی تفصیل بعد میں بیان ہوگی۔ ان شاءاللہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ (بقرہ:254)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جو رزق ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے انفاق کرو۔

وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (بقرہ:194)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں انفاق کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جو پاکیزہ چیزیں تم نے کمائی ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے اگایا ہے اس میں سے انفاق کرو۔(بقرہ:267)

وَاَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَكُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِيۡنَ فِيۡهِ (حدید:7)

ترجمہ: اور ان چیزوں میں سے انفاق کرو جن میں تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا گیا ہے۔

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ (منافقون:10)

ترجمہ: اور جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے انفاق کرو،

اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے۔

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (آل عمران:92)

ترجمہ: تم نیکی یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی خوشنودی کو کبھی حاصل نہیں کرسکو گے جب تک کہ ان چیزوں میں سے انفاق نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ‌ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ (بقرہ:261)

ترجمہ: جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں انفاق کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس سے سات خوشے پیدا ہوں، ہر خوشے میں ایک سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا کر دیتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں صدقہ کا لفظ بھی متعدد مرتبہ استعمال ہوا ہے جن میں سے ایک کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا (توبہ:103)

ترجمہ: اے رسول! ان کے اموال سے صدقہ وصول کیجیے، اس طرح آپ انہیں پاک کردیں گے اور ان کا تزکیہ کردیں گے۔

☆☆☆

زکوٰۃ: احادیث کی روشنی میں

جس طرح قرآن مجید میں زکوٰۃ کی اہمیت کو مختلف طریقوں سے اجاگر کیا گیا ہے اسی طرح احادیث معصومین میں بھی زکوٰۃ کی اہمیت کو بہت زیادہ اجاگر کیا گیا ہے۔ ایسی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہم صرف چند احادیث نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

1۔ عن رفاعه انه سمع اباعبدالله علیه السلام یقول ما فرض الله علی هذه الامة شیئا اشد علیهم من الزکوٰة وفیها تهلك عامتهم

ترجمہ: رفاعہ سے روایت ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ نے اس امت پر

زکوٰۃ سے زیادہ شدید کوئی چیز فرض نہیں کی اور ان میں سے عام طور پر لوگ اسی کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔

2-عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان اللہ عز و جل قرن الزکوٰۃ بالصلوٰۃ قال اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فمن اقام الصلوٰۃ ولم یؤت الزکوٰۃ فلم یقم الصلوٰۃ

ترجمہ: امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ رکھا اور فرمایا کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پس جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا نہیں کی اس نے نماز بھی قائم نہیں کی۔

3-ابن مسکان یرفعه الی ابی جعفر علیہ السلام قال بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المسجد اذ قال قم یا فلان قم یا فلان قم یا فلان حتیٰ اخرج خمس نفرا فقال اخرجوا من مسجدنا ولا تصلوا فیه وانتم لا تزکون

ترجمہ: ابن مسکان سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا: اے فلاں کھڑے ہو جاؤ، اے فلاں کھڑے ہو جاؤ، اے فلاں کھڑے ہو جاؤ، یہاں تک کہ آپ نے پانچ افراد کو مسجد سے نکال دیا اور فرمایا ہماری مسجد سے نکل جاؤ اور اس میں نماز نہ پڑھو جب کہ تم زکوٰۃ نہیں دیتے۔

4- عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال من منع قیراطا من الزکوٰۃ فلیس بمؤمن ولا مسلم وهو قوله تعالیٰ رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس نے زکوٰۃ میں سے ایک قیراط (0.2 گرام) بھی روک لیا وہ مؤمن ہے نہ مسلمان، یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ مرنے کے بعد کہے گا: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تا کہ جو کچھ میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں اس میں عمل صالح کر سکوں۔

5-عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال من منع قیراطا من الزکوٰۃ فلیمت ان شاء یهودیا او نصرانیا

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس نے زکوٰۃ میں سے ایک قیراط بھی روک لیا وہ چاہے یہودی مرے یا نصرانی۔

6-محمد بن مسلم قال سئلت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن قول اللہ تعالیٰ سیطوقون

ما بخلوا به یوم القیامة فقال یا محمد مامن احد یمنع من زکوٰة ماله شیئا الا جعل الله ذالك یوم القیامة ثعبانا من النار مطوقا فی عنقه ینهش من لحمه حتیٰ یفرغ من الحساب ثم قال هو قول الله تعالیٰ سیطوقون ما بخلوا به یوم القیامة یعنی ما بخلوا به من الزکوٰة

ترجمہ: محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: جس چیز کے بارے میں وہ بخل سے کام لیتے تھے انہیں اسی کے طوق پہنائے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: اے محمد! جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ میں سے کوئی چیز بھی روک لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس چیز کو آگ کا ایک اژدھا بنا کر طوق کی طرح اس کے گلے میں ڈال دے گا جو اس کے چہرے کو نوچتا رہے گا یہاں تک کہ وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں فرمایا ہے کہ: جس چیز کے بارے میں وہ بخل سے کام لیتے تھے انہیں اسی کے طوق پہنائے جائیں گے۔ یعنی جن چیزوں کی زکوٰۃ ادا کرنے میں وہ بخل سے کام لیتے تھے۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور مانع زکوٰۃ کی مذمت اور اس کے عذاب کے بارے میں روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہم انہی روایات پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو ہدایت اور بصیرت حاصل کرنا چاہے اس کے لیے یہ احادیث کافی ہیں اور جو ہدایت و بصیرت نہ لینا چاہے اس کو جتنی بھی آیات اور احادیث سنا دی جائیں اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یہ روایات ہم نے کتاب الوافی کی کتاب الزکوٰۃ کے پہلے باب سے نقل کی ہیں۔ کتاب الوافی کتب اربعہ کا مجموعہ ہے جسے محسن فیض کاشانیؒ نے جمع کیا ہے اور یہ شیعہ کتب حدیث کی معتبر ترین کتب میں سے ہے۔

☆☆☆

زکوٰۃ، انفاق اور صدقہ

زکوٰۃ:

علامہ راغب اصفہانی کی کتاب مفردات القرآن کو لغت قرآن میں بہت مستند اور بلند پایہ کتاب مانا جاتا ہے۔ علوم قرآن کے طالب علموں کے لیے اسے ایک ضروری کتاب سمجھا جاتا ہے۔ وہ اپنی اس کتاب میں زکوٰۃ کے معنی اس طرح بیان کرتے ہیں:

اصل الزکوٰۃ النمو الحاصل عن برکۃ اللہ تعالیٰ ویعتبر ذالك بالامور الدنیویۃ والاخرویۃ ۔ یقال زکاالزرع یزکواذا حصل منہ نمو و برکۃ ...... و منۃ الزکوٰۃ لما یخرج الانسان من حق اللہ تعالیٰ الیٰ الفقراء وتسمیتہ بذالك لما یکون فیہ من رجاء البرکۃ او تزکیۃ النفس ای تصفیتھا بالخیرات و البرکات

ترجمہ: ”بنیادی طور پر زکوٰۃ اس اضافے کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی برکت سے حاصل ہو اور یہ دنیوی اوراخروی امور میں قابل تصور ہے۔ جب کھیتی میں نشوونما ہو تو کہا جاتا ہے زکاالزرع یزکوا (کھیتی میں اضافہ ہوا یا اضافہ ہو رہا ہے۔) انسان اپنے مال سے اللہ تعالیٰ کا جو حق نکال کر فقراء کو ادا کرتا ہے اسے زکوٰۃ کہنا بھی اسی سے ماخوذ ہے اور اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس میں برکت اور نفس کی نشوونما کی امید ہوتی ہے، یعنی اس کی خیر و برکت سے نفس کو صفا اور نشوونما حاصل ہوتی ہے۔

قرآن مجید بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ (بقرہ:276)

ترجمہ: اللہ ربا یعنی سود کو تباہ کر دیتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے۔“

گذشتہ صفحات میں یہ آیت بیان ہو چکی ہے کہ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس سے سات سو دانے نکلتے ہوں۔ اسی طرح یہ آیت بھی اس بات کی تائید کرتی ہے:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَ تُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا (توبہ:103)

ترجمہ:اے رسول!ان کے اموال سے صدقہ وصول کیجیے،اس طرح آپ انہیں پاک کر دیں گے اوران کی نشوونما کریں گے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ زکوٰۃ اورصدقہ کس طرح فرداور معاشرے کی تطہیراور تزکیہ(نشوونما) کرتے ہیں:

1۔زکوٰۃ ادا کرنے والا مال کی محبت اور بخل جیسی بری اور مذموم صفات سے پاک ہوجاتا ہے اور یہ چیز اس کی روحانی ترقی اورنشوونما میں اہم کردارادا کرتی ہے۔مال کی محبت اور بخل جیسی بری صفات والا انسان کبھی روحانی ترقی اورنشوونما حاصل نہیں کرسکتا۔جس معاشرے میں مال کی محبت اور بخل جیسی روحانی بیماری عام ہوجائے وہ معاشرہ کبھی روحانی ترقی نہیں کرسکتا۔

2۔زکوٰۃ لینے والا شخص فقراور تنگ دستی سے پاک ہوجاتا ہےاورفقر وتنگ دستی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی ذہنی اور نفسیاتی الجھنوں سے پاک ہوجاتا ہے۔اس طرح اس کی مادی ترقی اورخوشحالی کے ساتھ ساتھ ذہنی ارتقااور روحانی نشوونما کی راہیں بھی کھل جاتی ہیں۔مالی مشکلات میں پھنسا ہوا شخص جسے ہروقت دووقت کی روٹی فکر لگی ہوئی ہو عام طور پر وہ سکون اورقلبی اطمینان کے ساتھ نماز تک نہیں پڑھ سکتا،روحانی ترقی اورنشوونما تو بعد کے مقامات ہیں۔

3۔زکوٰۃ کی برکت سے معاشرہ غربت سے پاک ہوجاتا ہے،امیر اورغریب کا فرق ختم تو نہیں ہوتا لیکن کم ضرور ہوجاتا ہے۔دولت مند دولت کی وجہ سے فخر وتکبر میں مبتلا نہیں ہوتے اور نادار ناداری کی وجہ سے احساس کمتری اور دیگر نفسیاتی بیماریوں سے پاک ہوجاتے ہیں اورغربت وتنگ دستی کی وجہ سے ہونے والے جرائم اور معاشرتی برائیوں کا بھی خاتمہ ہوجاتا ہے۔

4۔دولت مندوں اورغریبوں کے درمیان نفرت ختم ہوجاتی ہے اور محبت ،خلوص، ہمدردی اور ایثار جیسی اخلاقی صفات کوفروغ حاصل ہوتا ہے۔

علامہ اقبال نے زکوٰۃ کی برکات کوایک مصرع میں انتہائی خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے:

زرفزاید،الفت زر کم کند

ترجمہ:زکوٰۃ معاشرے میں دولت میں اضافہ کرتی ہےاور دولت کی محبت کوکم کردیتی ہے۔

☆☆☆

انفاق:

علامہ راغب اصفہانی انفاق کے معنی اس طرح بیان کرتے ہیں:

نفق الشیء مضی و نفد، ینفق اما بالبیع ...... واما بالموت نحو نفقت الدابة واما بالفنا نحو نفقت الدراهم ..... والانفاق قد یکون فی المال وفی غیرہ وقد یکون واجبا و تطوعا

ترجمہ: '' نَفَقَ الشَّیءُ کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز گزر گئی اور ختم ہوگئی، اس کا مضارع یُنْفِقُ ہے، یہ کبھی بیع یعنی فروخت کی صورت میں ہوتا ہے . . . یا موت کے ذریعے جیسا کہ جانور کے مرنے پر کہا جاتا ہے نفقت الدابہ یعنی جانور ختم ہوگیا، یا فنا کے ذریعے چنانچہ جب درہم ختم ہو جائیں تو کہا جاتا ہے نفقت الدراہم یعنی درہم ختم ہوگئے۔ یہ کبھی مال میں ہوتا ہے اور کبھی غیر مال میں اور کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب۔''

راغب اصفہانی کی اس تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والا اپنے مال کو اس کی راہ میں اور اس کی خوشنودی کے لیے فنا کر دیتا ہے کہ وہ کسی ذاتی دنیوی مالی معاوضے یا کسی اور مفاد کو مدنظر نہیں رکھتا لہٰذا اس کا اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا انفاق کہلاتا ہے۔

انفاق کے ضمن میں ایک اور نکتہ بھی قابل توجہ ہے۔ وہ یہ کہ جو مال انسان اپنے خاندان کی ضروریات پر خرچ کرتا ہے اسے نفقہ کہا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرنے پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، بیماری کی صورت میں ان کے علاج اور دوا پر خرچ کرتا ہے اور ان کی تعلیم کے اخراجات کو برداشت کرتا ہے تو وہ یہ نہیں سوچتا کہ بچے بڑے ہو کر اس کا معاوضہ اور بدلہ دیں گے اور نہ ہی اسے ان سب باتوں پر خرچ کرنے کا کوئی افسوس یا احساس زیاں ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں اپنا مال ضرورتمندوں کی ضروریات پر خرچ کرتے وقت انسان کی ذہنی اور قلبی کیفیت وہی ہونی چاہیے جو اپنے خاندان کا نفقہ ادا کرتے وقت ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر جس طرح اپنے بچوں کی فیس اور کتابوں کے اخراجات برداشت کرتے وقت کسی بدلے اور معاوضے کی خواہش نہیں ہوتی اور مال کے خرچ ہو جانے کا دکھ نہیں ہوتا اسی طرح کسی غریب کے بچے کی فیس اور کتابوں کے اخراجات ادا کرتے وقت بھی اس کے ذہن میں کسی معاوضے اور بدلے کی خواہش یا مال کے خرچ ہو جانے کا افسوس اور دکھ نہیں ہونا چاہیے۔ جس طرح اپنے بچے کی بیماری میں اس کے علاج اور دوا پر خرچ کرتے ہوئے کسی معاوضے اور

بدلے کی توقع نہیں ہوتی اور مال کے خرچ ہوجانے کا دکھ یا افسوس نہیں ہوتا اسی طرح کسی غریب کے علاج پر خرچ کرتے ہوئے بھی بدلے اور معاوضے کی توقع نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی مال کے خرچ ہوجانے کا افسوس یا دکھ ہونا چاہیے۔ یہ کیفیت اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب اسے اس بات کا یقین ہو کہ اس کے اس فعل سے اللہ اس سے خوش ہوگا اور اسے اخروی اجروثواب اور دنیا میں خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

صدقہ:

صدقہ اور صدق کی اصل ایک ہے۔ انسان اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کرتا ہے اس میں اس کی نیت کا سچا ہونا ضروری ہے۔ پس اگر وہ صدقِ نیت کے ساتھ اللہ کی خوشنودی کے لیے فقراء و مساکین اور دیگر شرعی مصارف پر اپنا مال خرچ کرتا ہے تو یہ صدقہ ہوگا لیکن اگر اس کی نیت سچی نہیں ہوگی تو اس کا یہ عمل اللہ کے ہاں صدقہ محسوب نہیں ہوگا اور نہ ہی اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کرسکے گا۔ راغب اصفہانی صدقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

والصدقة ما يخرجه الانسان من ماله على وجه القربة كالزكوٰة لكن الصدقة فى الاصل تقال للمتطوع به والزكوٰة للواجب وقد يسمى الواجب صدقة اذا تحرىٰ صاحبها الصدق فى فعله

ترجمہ: ''اور صدقہ اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان اللہ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے اپنے مال سے نکالتا ہے لیکن صدقہ اصل میں مستحب کو کہا جاتا ہے اور زکوٰۃ واجب کو، لیکن بعض اوقات واجب کو بھی صدقہ کہا جاتا ہے جب اس کا کرنے والا اپنے فعل میں سچا ہو۔''

قران مجید میں زکوٰۃ، انفاق اور صدقہ کے الفاظ کے استعمال کو دیکھا جائے تو یہ ایک ہی چیز کے تین نام نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر سب فقہاء اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت زکوٰۃ کے مصارف کو بیان کررہی ہے: انما الصدقات للفقراء والمساكين ۔۔۔ صدقات تو صرف فقراء، مساکین ۔۔۔ کے لیے ہیں۔ (توبہ: 60) اس آیت پر تفصیلی گفتگو آئندہ صفحات میں آئے گی۔ یہاں صرف یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ صدقہ اور زکوٰۃ ایک چیز کے نام ہیں۔

اسی طرح سے اس آیہ مبارکہ کے بارے میں بھی سب فقہاء ومفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ زکوٰۃ کے بارے میں ہے:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً

ترجمہ: اے رسول! ان کے اموال سے صدقہ لے لیجیے۔ (توبہ:103)

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ۔ (منافقون:10)

ترجمہ: اور جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے انفاق کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور پھر وہ یہ کہنے لگے کہ اے میرے رب! تو نے میری موت میں کچھ تاخیر کیوں نہیں کر دی تا کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔

قابل توجہ ہے کہ حکم دیا جا رہا ہے انفاق کرنے کا اور ساتھ یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر انفاق نہیں کرو گے تو مرنے کے بعد حسرت وافسوس کرو گے کہ مجھے صدقہ دینے کی مہلت کیوں نہیں دی گئی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انفاق اور صدقہ ایک ہی چیز ہیں۔ یعنی زکوٰۃ اور صدقہ ایک چیز ہیں، انفاق اور صدقہ بھی ایک چیز ہیں، پس ثابت ہوا کہ زکوٰۃ، انفاق اور صدقہ ایک ہی چیز اور ایک ہی حقیقت کے تین نام ہیں جو اس کی تین خصوصیات کو بیان کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر جو مال انسان اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے خرچ کرتا ہے چونکہ اللہ اس میں نشوونما دیتا ہے، اس میں اضافہ کر دیتا ہے، اس کی بدولت اس مال کو اللہ کی راہ میں دینے والا روحانی نشوونما پاتا ہے، معاشرہ غربت اور فقر وافلاس سے پاک ہو کر اقتصادی لحاظ سے نشوونما کا سفر طے کرتا ہے لہٰذا اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ چونکہ اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت ذہنی اور قلبی کیفیت وہ ہونی چاہیے جو اپنے بیوی بچوں کا نفقہ دیتے وقت ہوتی ہے لہٰذا اسے انفاق کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس کام کے لیے سچی نیت کا ہونا ضروری ہے لہٰذا اسے صدقہ کہا جاتا ہے۔

☆☆☆

زکوٰۃ سب اموال میں واجب ہے

عام طور پر شیعہ علماء وفقہاء کا فتویٰ یہ ہے کہ زکوٰۃ نو چیزوں میں واجب ہے: سونا، چاندی جبکہ رائج الوقت سکہ ہوں، گندم، جو، کھجور، کشمش، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری۔ اسی طرح شیعہ فقہاء عام طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ کرنسی نوٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

لیکن جب قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام کو دیکھا جاتا ہے تو بات بالکل برعکس نظر آتی ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ کرنسی نوٹوں سمیت سب چیزوں پر واجب ہے۔ اس بات پر ہمارے پاس کئی دلیلیں ہیں:

پہلی دلیل:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (بقرہ:267)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے انفاق کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے زمین سے تمہارے لیے اگائی ہیں اور ان میں سے انفاق کرنے کے لیے خراب چیزوں کا انتخاب نہ کرو جن کو تم خود لینے کے لیے تیار نہیں ہوتے مگر چشم پوشی سے کام لے کر، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ غنی اور حمید ہے۔

اس آیہ شریفہ میں دو چیزوں میں سے انفاق کرنے یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے:

1: مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ (جو پاکیزہ چیزیں تم نے کمائی ہیں)

2: مِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ (جو چیزیں ہم نے تمہارے لیے زمین سے اگائی ہیں)

پہلی قسم کی آمدنی یعنی کمائی میں ہر قسم کی غیر زرعی آمدنی شامل ہے جس میں کرنسی نوٹ نہ صرف شامل بلکہ بر سر فہرست ہیں۔ ہم اپنے روزمرہ محاورے میں جب کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو بہت کمائی کر رہا ہے، یا فلاں

کام میں بہت کمائی ہے تو ہمارا ذہن سب سے پہلے پیسوں اور کرنسی نوٹوں کی طرف جاتا ہے۔ بلکہ زرعی آمدنی رکھنے والے لوگ بھی اپنی زرعی پیداوار کو فروخت کر کے اس کے بدلے میں کرنسی نوٹ حاصل کر کے بنکوں میں رکھ لیتے ہیں۔ اس آیت کی رو سے کرنسی نوٹ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ کرنسی نوٹ پر زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا فتویٰ واضح طور پر اس آیت کے خلاف ہے۔

دوسری قسم کی آمدنی یعنی زرعی آمدنی میں بھی ہر قسم کی زرعی آمدنی شامل ہے۔ لہٰذا زرعی پیداوار میں سے صرف گندم، جو، کھجور اور کشمش پر زکوٰۃ واجب ہونے کا فتویٰ بھی اس آیت کے خلاف ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے اگایا ہے اس میں سے انفاق کرو، اس میں سے زکوٰۃ ادا کرو تو کیا اللہ تعالیٰ نے زمین سے ہمارے لیے صرف یہی چار چیزیں اگائی ہیں؟ کیا مکئی، جوار، باجرہ، چاول، چنے، مونگ پھلی، بادام، اخروٹ، پستہ اور ایسی ہی بہت سی دوسری چیزیں اللہ تعالیٰ نے زمین سے نہیں اگائی ہیں؟ اس آیت کی روشنی میں ہر قسم کی زرعی پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہے، نہ کہ صرف ان چار چیزوں پر جو فقہاء میں مشہور ہیں۔

روایتی اور تقلیدی سوچ کے حامل علماء طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں انفاق کا حکم دیا جا رہا ہے، انفاق اور چیز ہے اور زکوٰۃ اور چیز ہے، زکوٰۃ واجب ہے اور انفاق مستحب ہے۔ ان کے جواب میں عرض ہے کہ ہم پہلے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ زکوٰۃ، انفاق اور صدقہ ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ ثانیاً اگر اس بات کو مان لیا جائے کہ زکوٰۃ اور انفاق دو الگ چیزیں ہیں تو ان حضرات کی مشکل اور بھی پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر زکوٰۃ اور انفاق کو دو الگ الگ چیزیں مان لیا جائے تو زکوٰۃ کے علاوہ انفاق بھی واجب ہو جائے گا۔ اس لیے کہ جس فعل کا حکم موجود ہو لیکن اس فعل کو ترک کرنے کی رخصت موجود نہ ہو تو وہ فعل واجبات میں شمار ہوگا۔ اب اس آیت میں واضح الفاظ میں انفاق کا حکم دیا جا رہا ہے، قرآن مجید کی بہت سی آیات میں، جن میں سے چند ہم بیان کر چکے ہیں، بار بار انفاق کا حکم دیا گیا ہے۔ جس لب ولہجہ میں انفاق کا حکم دیا گیا ہے اس سے وجوب ہی ثابت ہوتا ہے۔ یہاں تین مثالیں بیان کر دینا کافی ہے:

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (منافقون:10)

ترجمہ: اور جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے انفاق کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اور پھر وہ یہ کہنے لگے کہ اے میرے رب! تو نے میری موت میں کچھ تاخیر کیوں نہیں کر دی تا کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا۔

اس آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ انفاق نہ کرنے والا مرنے کے بعد حسرت وافسوس میں گرفتار ہوگا۔ ظاہری بات ہے مستحب کو ترک کرنے پر اس طرح کے حسرت وافسوس کی کوئی گنجائش نہیں بنتی۔ اس آیت کا لب ولہجہ صاف طور پر انفاق کے واجب ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔

دوسری مثال: چوتھے پارے کا آغاز اس بات سے ہو رہا ہے:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (آل عمران:92)

ترجمہ: تم نیکی یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی خوشنودی کو کبھی حاصل نہیں کر سکو گے جب تک کہ ان چیزوں میں سے انفاق نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔

اس آیت کا لب ولہجہ بھی وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ایسی سخت تاکید کسی مستحب فعل پر نہیں ہو سکتی، کسی مستحب فعل کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ اگر اس مستحب فعل کو انجام نہ دیا جائے تو نیکی کو حاصل کرنا ناممکن ہو جائے گا۔

تیسری مثال یہ آیت ہے:

وَالَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ (توبہ:34)

ترجمہ: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور ان میں سے اللہ کی راہ میں انفاق نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

یہ آیت بھی انفاق کے واجب ہونے کی دلیل ہے اس لیے کہ کسی مستحب فعل کو ترک کرنے پر عذاب الیم کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ مستحب کی تعریف ہی یہ ہے کہ اسے انجام دینے پر اجر و ثواب ملتا ہے لیکن ترک کر دینے پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ انفاق نہ کرنے پر عذاب الیم کی بشارت انفاق کے واجب ہونے کی ناقابل تردید دلیل ہے۔

بنابریں اگرانفاق زکوٰۃ سے الگ کوئی چیز ہےتو وہ بھی ازروئے قرآن واجب ہے۔پھرجس طرح زکوٰۃ اورخمس کے الگ الگ فقہی ابواب ہیں اسی طرح فقہاءکو اپنی کتب میں انفاق کا الگ باب بنانا چاہیےتھا۔زکوٰۃ کے ہم پلہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تاکیدوالے حکم اورفقراء ومساکین کے اس حق میں خیانت کا ذمہ دارکون ہوگا؟

لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں زکوٰۃ اورانفاق ایک ہی حقیقت کے دومختلف نام ہیں۔پس سورہ بقرہ کی اس آیت کی روسے کرنسی نوٹ سمیت ہرقسم کی پاکیزہ کمائی پراور ہرقسم کی زرعی آمدنی پرزکوٰۃ واجب ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (بقرہ:267)

ترجمہ:اے لوگو جوایمان لائے ہو!ان پاکیزہ چیزوں میں سے انفاق کروجوتم نے کمائی ہیں اوران چیزوں میں سے جوہم نے زمین سے تمہارے لیے اگائی ہیں اوران میں سے انفاق کرنے کے لیےخراب چیزوں کاانتخاب نہ کروجن کوتم خود لینے کے لیے تیارنہیں ہوتے، مگرچشم پوشی سے کام لے کر،اورتمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ غنی اورحمید ہے۔

آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کی احادیث بھی اس بات پرواضح دلالت کرتی ہیں۔اگلے باب میں ہم ان میں سے کچھ احادیث کو بیان کریں گے۔ان شاءاللہ۔

دوسری دلیل:

کسی بھی مال کی مقدار کا اندازہ لگانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس مال کوکس مقصد کے لیےخرچ کرنا ہے۔مثال کے طور پرایک شخص اپنے خانساماں سے کہتا ہے کہ کل دوپہر کے کھانے پردس بہت معزز مہمان آرہے ہیں ان کے لیے بہت اچھا،پرتکلف اورشاندارسا کھانا تیارکرنا ہے۔اس بات سے ایک عقل مند آدمی کسی حدتک اس دعوت پرہونے والے اخراجات کا اندازہ لگالیتا ہے۔لیکن اگریہ شخص خانساماں کو یہ حکم دے کراسے صرف ایک ہزار کا نوٹ دے اور کہے کہ اس سے دس معززمہمانوں کے لیے بہت اچھا،پرتکلف اور شاندارکھانا تیارکردوتو یاتو خانساماں پاگل ہوجائے گا یایہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگا کہ مالک پاگل ہوگیا ہے۔اب

اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کن کاموں پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ
فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (توبہ:60)

ترجمہ: صدقات تو ہیں ہی فقراء کے لیے، مساکین کے لیے، عاملین زکوٰۃ کے لیے،
ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں کو اسلام یا مسلمانوں کی طرف مائل کیا جا سکتا ہو، اور
غلاموں کی آزادی کے لیے، اور غارمین کے لیے، اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے
لیے۔ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ علیم اور حکیم ہے۔

اس آیت کی رو سے زکوٰۃ مندرجہ ذیل کاموں پر صرف کی جائے گی:

1۔ فقراء: فقراء فقیر کی جمع ہے اور فقیر اسے کہتے ہیں جس کا کوئی ذریعہ آمدنی نہ ہو، جس کے پاس اپنی ضروریات پوری کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔

2۔ مساکین: مساکین مسکین کی جمع ہے۔ مسکین اس شخص کو کہتے ہیں جس کا کوئی ذریعہ آمدنی تو ہو لیکن اس کی آمدنی اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہو۔

احادیث میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ فقراء و مساکین کی مدد اس حد تک کی جائے گی کہ ان کی سال بھر کی ضروریات پوری ہو جائیں۔

3۔ عاملین علیہا: اس سے مراد محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین ہیں جن کا کام زکوٰۃ جمع کرنا، اس کی حفاظت کرنا، اس کا حساب رکھنا اور اسے مستحقین میں تقسیم کرنا ہے۔ ان ملازمین کی تنخواہیں بھی زکوٰۃ سے ہی ادا کی جائیں گی۔

4۔ المؤلفۃ قلوبہم: وہ کفار جنہیں مالی مدد دے کر اسلام کی طرف راغب کیا جا سکتا ہو یا زمانہ جنگ میں اسلام کے دشمنوں کا ساتھ دینے سے روکا جا سکتا ہو۔

5۔ فی الرقاب: غلاموں کی آزادی۔

6۔ غارمین: وہ افراد جنہوں نے اپنی کسی جائز ضرورت کے لیے قرض لیا ہو لیکن حالات خراب ہو جانے کی وجہ سے اپنا قرض ادا کرنے کی سکت کھو چکے ہوں۔ اسی طرح وہ تاجر جنہیں تجارت میں کوئی ایسا نقصان ہو گیا ہو کہ ان

کا کاروبار مکمل طور پر تباہ ہو گیا ہو۔ انہیں نئے سرے سے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے زکوٰۃ سے ان کی مدد کی جائے گی۔

7۔فی سبیل اللہ: یعنی اللہ کے راستے میں۔ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اسلامی مملکت کا دفاعی بجٹ جس میں ہوائی جہازوں، بحری جہازوں، ٹینکوں، آبدوزوں، میزائلوں اور دیگر اسلحہ کی تیاری اور خریداری، ایٹمی پروگرام کے اخراجات، آرمی، نیوی اور ایئر فورس کے افسروں اور جوانوں کی تنخواہیں، ملک کا تعلیمی بجٹ، صحت کی سہولیات کی فراہمی کا بجٹ، امن وامان کا قیام، سڑکوں، پلوں، سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کا قیام اور ان کو چلانا، یہ سب فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔

8۔ابن السبیل: وہ مسافر جو سفر کے دوران مالی مشکلات کا شکار ہو گئے ہوں۔

بالفاظ دیگر ایک اسلامی مملکت کا سارا بجٹ زکوٰۃ سے پورا کیا جائے گا۔ ان سب مقاصد کو زکوٰۃ کی رقم سے حاصل کرنے کا حکم دینے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: **وَ اللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ** یعنی اللہ علیم اور حکیم ہے۔ مطلب یہ کہ زکوٰۃ کے ذریعے ان مقاصد کو حاصل کرنے کا حکم علم وحکمت کے عین مطابق ہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ سے ان مصارف کو پورا کرنے کا حکم دے دیا جو کہ علم وحکمت کے عین مطابق ہے۔ پھر جب پوچھا جائے کہ زکوٰۃ کہاں سے لینی ہے تو کہا جائے کہ نوٹوں پر تو کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، سونے چاندی پر بھی اس صورت میں زکوٰۃ ہوگی جب وہ رائج الوقت سکہ ہوں یعنی موجودہ دور میں سونے چاندی پر بھی کوئی زکوٰۃ نہیں ہے چاہے کتنی ہی زیادہ مقدار میں آپ کے پاس موجود ہوں، زرعی آمدنی میں سے بھی صرف گندم، جو، کھجور اور کشمش پر زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ جانوروں میں بھی صرف اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری پر زکوٰۃ ہوگی بڑی عجیب وغریب شرائط کے ساتھ۔

ہم نہایت احترام کے ساتھ دستہ بستہ ہو کر مجتہدین اور مراجع سے گزارش کرتے ہیں جو زکوٰۃ انہوں نے اپنے رسالہ ہائے توضیح المسائل اور فقہی کتب میں لکھی ہے اس سے ان مصارف کو پورا کر کے دکھائیں جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر زکوٰۃ وہ ہو جو شیعہ مجتہدین نے اپنے رسالہ ہائے توضیح المسائل اور فقہی کتب میں بیان کی ہے تو کیا اس زکوٰۃ سے ان سب کو مصارف کو پورا کرنے کا حکم دینے والا علیم وحکیم ہو سکتا ہے؟ معاذ اللہ۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ زکوٰۃ سے ان مصارف کو پورا کرنے کا حکم دینے والا اللہ یقیناً علیم وحکیم ہے اور رسالہ

ہائے توضیح المسائل والی غیر عالمانہ اور غیر حکیمانہ زکوٰۃ کا اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض حضرات اس مشکل سے اس طرح جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر زکوٰۃ سے یہ سب اخراجات پورے نہ ہوں تو خمس سے یہ خسارہ پورا کیا جائے گا اگر پھر بھی خسارہ پورا نہ ہو تو اسلامی حکومت کو مزید ٹیکس لگانے کا اختیار حاصل ہے۔

لیکن یہ جواب ایک خود فریبی اور عوام فریبی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ آیت میں یہ کہا جارہا ہے کہ ان تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے یہ زکوٰۃ علیم اور حکیم اللہ نے مقرر کی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار اتنی ہو جس سے یہ سب ضروریات پوری ہو سکیں۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ سے یہ سب ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ اگر کبھی کبھار حادثاتی طور پر کوئی ایسی ہنگامی صورت حال پیدا ہو جائے کہ زکوٰۃ سے حاصل شدہ رقم ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہو تو اس ہنگامی صورتحالی میں اضافی ٹیکس لگا کر وقتی ضرورت کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر صورتحال یہ ہو کہ مقرر شدہ زکوٰۃ سے ان ضروریات کا ایک لاکھواں حصہ بھی پورا نہ ہوتا ہو اور ہنگامی بنیادوں پر اضافی ٹیکس لگا کر خسارہ پورا کرنا ایک مستقل ضرورت بن جائے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا کہ زکوٰۃ مقرر کرنے والا معاذ اللہ علیم اور حکیم نہیں ہے جب کہ اس آیت میں مصارف زکوٰۃ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے علیم اور حکیم ہونے کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل: ارشادات آئمہ معصومین علیہم السلام:

آئمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات میں ایسی بہت سی احادیث ملتی ہیں جو واضح طور پر اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ زکوٰۃ سب چیزوں میں واجب ہے۔ ان احادیث میں سے ہر حدیث کو ایک الگ اور مستقل دلیل بھی قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ہم ان سب کو مجموعی طور پر ایک دلیل کے طور پر لے رہے ہیں۔ یہ روایات بھی کتاب الوافی کی کتاب الزکوٰۃ کے باب 3 میں سے نقل کر رہے ہیں۔

1۔ عن احمد بن محمد بن اسماعیل قال قلت لابی الحسن علیہ السلام:

ان لنا رطبۃ و ارز فما الذی علینا فیھما؟ فقال: اما الرطبۃ فلیس علیک

فیہا شئ واما الارز فما سقت السمآء العشر وما سقی بالدلو فنصف العشر فی کل ما کلت بالصاع و قال و کیل بالمکیال

ترجمہ: محمد بن اسماعیل سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمارے پاس رطبہ (تازہ کھجوریں) اور چاول ہوتے ہیں۔ ان میں ہم پر کیا واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: رطبہ میں تم پر کچھ واجب نہیں ہے اور چاول کا حکم یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو تم صاع کے ذریعے ماپتے ہو یا فرمایا مکیال کے ذریعے ماپی جاتی ہے، اگر بارش کے پانی سے سیراب کی جاتی ہو تو اس پر دسواں حصہ اور اگر ڈول کے ذریعے سیراب کی جاتی ہو تو اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

سبزیوں پر زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی وجہ ایک اور حدیث میں بیان کی گئی ہے جو آگے مذکور ہوگی۔

2۔ عن ابی مریم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سئلتہ عن الحرث ما یزکی منہ؟ قال البر والشعیر والذرۃ والارز والسلت والعدس کل ھذا مما یزکی وقال کل ما کیل بالصاع فبلغ الاوساق فعلیہ الزکوٰۃ

ترجمہ: ابی مریم سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کھیتی میں سے کس چیز میں زکوٰۃ ہے؟ آپ نے فرمایا: گندم، جو، مکئی، چاول، سلت (جَو کی ایک قسم) اور مسور، یہ سب ان چیزوں میں سے ہیں جن کی زکوٰۃ دی جاتی ہے اور فرمایا ہر وہ چیز جس کی صاع کے ذریعے پیمائش کی جاتی ہے اور وہ مقررہ اوساق (مقررہ نصاب) تک پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

3۔ عن محمد قال سئلتہ عن الحرث ما یزکی منہ؟ فقال البر والشعیر والذرۃ والدخن والارز والسلت والعدس والسمسم کل ھذا یزکی واشباھہ

ترجمہ: محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں آپ سے پوچھا کہ کھیتی میں سے کس چیز کی زکوٰۃ دی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: گندم، جو، مکئی، چینا، چاول، سلت، مسور اور تل ان سب کی اور ان جیسی چیزوں کی زکوٰۃ دی جاتی ہے۔

4۔ زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام مثلہ وقال کل ما کیل بالصاع فبلغ الاوساق فعلیہ الزکوٰۃ قال وجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الصدقۃ فی کل شئ انبتتہ الارض الا الخضر و البقول و کل شئ یفسد من یومہ

ترجمہ: زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس کی صاع کے ذریعے پیمائش کی جاتی ہو اور وہ مقررہ اوساق تک پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ آپ نے مزید فرمایا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین سے اگنے والی ہر چیز میں صدقہ رکھا سوائے ان سبزیوں کے جو اسی دن سے گلنا سڑنا شروع کر دیتی ہیں۔

5۔ عن زرارۃ قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام فی الذرۃ شیء؟ قال لی الذرۃ والعدس والسلت والحبوب فیھا مثل ما فی الحنطۃ والشعیر وکل ما کیل بالصاع فبلغ الاوساق التی یجب فیھا الزکوٰۃ فعلیہ الزکوٰۃ

ترجمہ: زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا مکئی میں کچھ ہے؟ آپ نے مجھ سے کہا: مکئی، مسور، سلت اور دانے، ان سب میں ویسی ہی زکوٰۃ ہے جیسی گندم اور جو میں ہے اور ہر وہ چیز جو صاع کے ذریعے ماپی جائے اور وہ ان مقررہ اوساق تک پہنچ جائے جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے۔

6- عن ابی بصیر قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام ھل فی الارز شیء؟ فقال نعم ثم قال ان المدینۃ لم تکن یومئذ ارز فیقال فیہ ولکنہ قد حصل فیہ کیف لا تکون فیہ وعامۃ خراج العراق منہ

ترجمہ: ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آیا چاول میں کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، پھر آپ نے فرمایا: ان دنوں مدینہ میں چاول نہیں ہوا کرتے تھے کہ یہ کہا جاتا کہ ان میں زکوٰۃ ہے لیکن اب وہاں پائے جاتے ہیں اور اس میں زکوٰۃ کیوں نہ ہو جب کہ عراق کا خراج عام طور پر اسی میں سے ہوتا ہے۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ چونکہ ابتدائے اسلام میں مدینہ میں چاول نہیں ہوتے تھے لہٰذا ان میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کی بات بھی نہیں ہوتی تھی اور جب وہاں پائے جانے لگے تو ان میں زکوٰۃ بھی واجب ہو گئی۔

یہ سب احادیث اور ان جیسی دیگر بہت سی احادیث قرآن مجید کی اس آیت کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (بقرہ:267)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے انفاق کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے زمین سے تمہارے لیے اگائی ہیں اور ان میں سے انفاق کرنے کے لیے خراب چیزوں کا انتخاب نہ کرو جن کو تم خود لینے کے لیے تیار نہیں ہوتے مگر چشم پوشی سے کام لے کر، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ غنی اور حمید ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان سب روایات کی سند معتبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے ان کو رد کرنے کی بجائے ان کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کی دلالت کو استحباب پر محمول کیا ہے۔

جہاں تک ان احادیث کی دلالت کا تعلق ہے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان کی دلالت وجوب پر ہے اور ان احادیث میں واجب زکوٰۃ کی بات ہو رہی ہے نہ کہ مستحب زکوٰۃ کی۔ آپ اپنے آپ کو ان افراد کی جگہ پر رکھیں جن کے سوالوں کے جواب میں معصومین علیہم السلام نے یہ احادیث بیان فرمائیں۔ ان افراد کی جگہ پر اپنے آپ کو رکھ کر غور کریں تو بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر گذشتہ احادیث میں سے حدیث نمبر 3 میں محمد بن مسلم کی جگہ پر اپنے آپ کو رکھیں اور غور کریں کہ محمد بن مسلم کی بجائے آپ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ مولا کھیتی میں سے کس چیز پر زکوٰۃ ہے؟ اب غور فرمائیں کہ آپ واجب زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھ رہے ہیں یا مستحب زکوٰۃ کا؟ ظاہری بات ہے واجب زکوٰۃ کا۔ اس لیے کہ مستحب زکوٰۃ کے بارے میں امام علیہ السلام سے یا کسی عالم سے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے اسے عطا فرمایا ہے اس میں سے اللہ کی خوشنودی کی خاطر فقراء و مساکین کی ضروریات یا دینی خدمات پر خرچ کرنا مستحب اور باعث اجر و ثواب ہے۔ سوال کرنے کا انداز ہی بتا رہا ہے کہ آپ امام علیہ السلام سے واجب زکوٰۃ کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ اب امام علیہ السلام آپ کے جواب میں فرماتے ہیں: گندم، جو، مکئی، چینا، چاول، سلت، مسور، تل اور ان جیسی سب چیزوں کی زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ تو کیا آپ واجب زکوٰۃ کے سوا کچھ اور سمجھیں گے؟ کیا دنیا کا کوئی بھی عقلمند انسان اس سوال کے جواب میں امام علیہ السلام

کے اس جواب سے مستحب زکوٰۃ سمجھتا ہے؟

ان سب قرائن کو سامنے رکھتے ہوئے اور ان احادیث کے لب ولہجہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ ان احادیث میں واجب زکوٰۃ کی بات کی جارہی ہے۔ان احادیث کی روشنی میں ہر قسم کی زرعی پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہے سوائے ان سبزیوں کے جو اسی دن سے گلنا سڑنا شروع ہوجاتی ہیں، اور اگر ان کو فروخت کردیا جائے تو ان سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوٰۃ ہے۔

نو چیزوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ:

اب یہاں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ جب قرآن مجید اور مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں زکوٰۃ کرنسی نوٹوں اور تمام زرعی اجناس میں واجب ہے تو زکوٰۃ کے نو چیزوں میں واجب ہونے کا مشہور مسئلہ کہاں سے آیا؟

اس سوال کے جواب میں ہم دو باتیں کہیں گے: ایک یہ کہ جب ایک بات قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام کی روشنی میں ثابت ہوجائے تو اسے تسلیم کرنا لازم ہوتا ہے۔اس کی مخالف بات پر توجہ دینے کی سرے سے کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ جب قرآن مجید اور مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ثابت ہوگیا کہ کرنسی نوٹوں اور ہر قسم کی زرعی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہے تو اس کو قبول کرنا ہم پر لازم وواجب ہے۔

لیکن مومنین کی تسلی کی خاطر ہم اس بات پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈال دیتے ہیں کہ نو چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہونے کا فتویٰ کہاں سے آیا۔اس فتویٰ کی بنیاد کچھ روایات ہیں جن کے الفاظ میں تھوڑا بہت فرق ہے لیکن اصل بات ایک ہی ہے۔ان میں سے ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی جعفر و عن ابی عبد اللہ علیہما السلام: فرض اللہ الزکوٰۃ مع الصلوٰۃ فی الاموال و سنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی تسعۃ اشیاء و عفا عما سواھن: فی الذھب والفضۃ والابل والبقر والغنم والحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب وعفا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عما سوا ذالك۔

ترجمہ: امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو سب اموال میں فرض کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو چیزوں یعنی سونا، چاندی، اونٹ، گائے، بھیڑ بکری

،گندم، جو، کھجور اور کشمش میں رکھا اور باقی سے معاف کر دیا۔ (کافی جلد 3 صفحہ 509)

اس روایت میں غور کرنے سے چند باتیں سامنے آتی ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو سب اموال میں فرض کیا۔ حدیث میں الاموال کے لفظ سے مراد سب اموال ہیں۔

2۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کو نو چیزوں میں رکھا اور باقی سے معاف کر دیا۔

اب یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ آیا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ سب اموال میں زکوٰۃ کو فرض کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند چیزوں میں رکھ کر باقی سب سے معاف کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم کو اللہ کے بندوں تک پہنچا دیں اور اسے عملی طور پر معاشرے میں نافذ کریں۔ اللہ کے حکم میں کسی قسم کی تبدیلی کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں ہے۔

چونکہ زکوٰۃ کو نو چیزوں میں فرض قرار دینے والی یہ روایت اور اس جیسی دوسری روایات قرآن مجید اور مذکورہ بالا احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں لہٰذا انہیں قبول نہیں کیا جا سکتا۔

بعض علماء نے ان روایات کی یہ تشریح کی ہے کہ اس معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں یہ نو چیزیں عام اور وافر تھیں اور ان نو چیزوں سے حاصل ہونے والی زکوٰۃ کی مقدار اتنی زیادہ ہوتی تھی جو مسلم معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی تھی لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے زکوٰۃ وصول کی۔ باقی چیزوں سے زکوٰۃ کو معاف کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے اللہ کے حکم میں کوئی تبدیلی کر دی تھی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مسلم معاشرے کے حکمران کے طور عملی طور پر زکوٰۃ ان چیزوں پر رکھ دی جو عام اور وافر تھیں اور باقی چیزوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی۔

اس تشریح کے مطابق اب جب کہ معاشرے میں یہ نو چیزیں بہت کم پائی جاتی ہیں یا صرف ان سے حاصل ہونے والی زکوٰۃ قومی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہے تو زکوٰۃ کو ان میں محدود کرنا زکوٰۃ کو واجب کرنے کے مقصد اور مصلحت کے خلاف ہوگا۔ یعنی اگر اُس دور میں ان چیزوں سے حاصل ہونے والی زکوٰۃ معاشرے اور اسلامی ریاست کی ضروریات کو پورا کرتی تھی اس لیے ان پر زکوٰۃ نافذ کی گئی اور باقی چیزوں پر نہیں کی گئی تو آج کے حالات میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث بھی واضح رہنمائی فراہم کرتی ہے:

ان اللہ فرض فی اموال الاغنیاء للفقراء ما یکتفون بہ ولو علم ان الذی فرض لا یکفیھم لزادھم و انمایوتی الفقراء فیما اتوا من منع من منعھم حقوقھم لا من فریضہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے اموال میں فقراء کا اتنا حصہ رکھا ہے جو ان کے لیے کافی ہے اور اگر اسے علم ہوتا کہ یہ ان کی ضرورت کے لیے ناکافی ہے تو وہ اس میں اضافہ کر دیتا، اور جو بدحالی فقراء پر گزر رہی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا حق ادا نہیں کیا جاتا، اس لیے نہیں کہ جو کچھ ان کے لیے فرض کیا گیا ہے وہ کم ہے۔

(کافی جلد 3، باب الزکاۃ، حدیث 7)

اس حدیث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو زکوٰۃ فرض کی ہے وہ عام طور پر معاشرے کے فقراء و مساکین کی ضروریات کے لیے کافی ہے۔ اس مقصد کے لیے مستحب زکوٰۃ یا اضافی ٹیکسوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ زائد ٹیکس غیر معمولی حالات میں وقتی ضرورت کو برطرف کرنے کے لیے لگایا جا سکتا ہے۔ اب یہ بات کس قدر واضح ہے کہ فقہاء کے فتاویٰ کی بنائی ہوئی زکوٰۃ فقراء و مساکین کی ضروریات کا لاکھواں حصہ بھی پورا نہیں کرتی۔ پھر یہ بات کیونکر تسلیم کی جا سکتی ہے کہ جو زکوٰۃ یہ فقہاء و مجتہدین بیان کرتے ہیں وہ اللہ کی مقرر کی کی ہوئی ہے۔

سادات پر غیر سادات کی زکوٰۃ:

مسائل زکوٰۃ میں ایک قابل توجہ مسئلہ یہ بھی ہے کہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ سادات پر غیر سادات کی زکوٰۃ حرام ہے۔ اس فتویٰ کی بنیاد بھی کچھ بے بنیاد روایات ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل روایت:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان اناسا من بنی ھاشم اتو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسئلوہ ان یستعملھم علی صدقات المواشی وقالوا ا یکون لنا ھذا السھم الذی جعلہ اللہ تعالیٰ للعاملین علیھا فنحن اولیٰ بھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا بنی عبد المطلب ان الصدقۃ لا تحل لی ولا لکم ولکنی قد وعدت الشفاعۃ قال ابو عبداللہ علیہ السلام اشھد لقد وعدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فما ظنکم یا بنی عبد المطلب اذا اخذت بحلقۃ باب الجنۃ اترونی مؤثرا علیکم غیری

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ بنی ہاشم میں سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ انہیں حیوانات کی زکوٰۃ پر عامل مقرر کر دیں اور کہنے لگے کہ کیا وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ نے عاملین زکوٰۃ کے لیے مقرر کیا ہے وہ ہمیں مل سکتا ہے؟ ہم دوسروں سے زیادہ اس کے مستحق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جواب دیا: اے اولاد عبدالمطلب! صدقہ میرے اور تمہارے لیے حلال نہیں ہے لیکن مجھ سے شفاعت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ سے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ نے ان سے کہا کہ اے عبدالمطلب کی اولاد! تمہارا کیا خیال ہے کہ جب میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہو کر دروازے کی زنجیر کو پکڑوں گا تو کیا کسی اور کو تم پر ترجیح دوں گا؟

اس روایت پر غور کرنے سے چند باتیں سامنے آتی ہیں جن سے اس روایت کا بے بنیاد ہونا واضح ہو جاتا ہے:

پہلی بات یہ کہ اس روایت کے مطابق بنی ہاشم کے کچھ افراد نے غربت اور استحقاق کی وجہ سے زکوٰۃ کی درخواست نہیں کی تھی بلکہ حیوانات کی زکوٰۃ پر عامل زکوٰۃ مقرر کرنے کی درخواست کی تھی۔ بالفاظ دیگر انہوں نے محکمہ زکوٰۃ میں ملازمت کی درخواست کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو قبول نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ بنی ہاشم رسول اللہ کے رشتہ دار یعنی حکمران خاندان کے افراد تھے۔

اس روایت کے مطابق زکوٰۃ سب بنی عبدالمطلب پر حرام ہے جبکہ فقہاء کا فتویٰ یہ ہے کہ غیر سادات کی زکوٰۃ سادات پر حرام ہے۔ کیا سب بنی عبدالمطلب سادات ہیں؟ سب بنی عبدالمطلب میں ہارون رشید، مامون رشید، متوکل اور سب ظالم عباسی حکمران بھی شامل ہیں جو آل رسول اور آئمہ معصومین کے بدترین دشمن تھے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ زکوٰۃ اس دنیا کی زندگی میں فقراء و مساکین کی اقتصادی مشکلات برطرف کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر سادات پر یہ حرام ہو تو شریعت میں سادات کے فقراء و مساکین کے لیے اس کا کوئی متبادل ہونا چاہیے۔ لہٰذا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بنی عبدالمطلب کو کوئی متبادل راستہ بتاتے جن سے ان کی اقتصادی مشکلات برطرف ہوتیں۔ لیکن آپ ان سے شفاعت کا وعدہ فرما رہے ہیں۔ کیا شفاعت زکوٰۃ کا متبادل ہے؟ کیا جن لوگوں کے لیے زکوٰۃ حلال ہے وہ اس وجہ سے شفاعت سے محروم ہوں گے کہ انہیں زکوٰۃ دے دی گئی تھی؟ اور جو زکوٰۃ سے محروم کیے گئے ان کی شفاعت زکوٰۃ کے متبادل کے طور پر کی

جائے گی؟

اس روایت کا یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ رسول اللہ بنی عبدالمطلب سے فرمارہے ہیں کہ میں قیامت کے دن شفاعت کرتے وقت کسی اورکوتم پر ترجیح نہیں دوں گا۔حالانکہ شفاعت کے بارے میں اپنے مقام پر یہ بات ثابت ہے کہ شفاعت کسی نسلی امتیاز کی بنیاد پرنہیں ہوگی۔جیسا کہ پہلے اشارہ ہو چکا ہے کہ بنی عباس کے ظالم ملعون حکمران بھی بنی عبدالمطلب میں سے تھے۔کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بھی شفاعت فرمائیں گے؟ نہ صرف شفاعت فرمائیں گے بلکہ ترجیحی بنیادوں پر شفاعت فرمائیں گے؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک اصول طے کردیا ہے کہ:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (حجرات:13)

ترجمہ:اللہ کے ہاں تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

پس اگر کوئی شخص متقی ہے لیکن کبھی کسی لغزش یا غفلت کی وجہ سے کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگیا اور دنیا میں اس کی تلافی بھی نہیں کرسکا اور اولاد عبدالمطلب میں سے بھی نہیں ہے تو کیا شفاعت کے وقت رسول اللہ کسی ایسے شخص کو اس پر ترجیح دیں گے جو اولاد عبدالمطلب میں سے ہو اور ساری زندگی فسق و فجور اور ظلم وعدوان میں گزاری ہو۔

ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ یہ روایت جعلی ہے۔

دوسری روایت:

عن ابی جعفر و عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الصدقۃ اوساخ ایدی الناس وان اللہ قد حرم علی منھا و من غیرھا ماقد حرمہ ان الصدقۃ لا تحل لبنی عبد المطلب ثم قال اما واللہ لو قد قمت علی باب الجنۃ ثم اخذت بحلقتہ لقد علمتم انی لا اؤثر علیکم فارضوا لانفسکم بما رضی اللہ و رسولہ لکم قالوا قد رضینا

(وافی کتاب الزکوٰۃ باب 18)

ترجمہ:امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک صدقہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل کچیل ہے اللہ نے اسے اور دوسری حرام کردہ چیزوں کو مجھ پر حرام کیا ہے، بے شک صدقہ بنی عبدالمطلب کے لیے حلال نہیں ہے۔پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جب میں جنت کے

دروازے پر کھڑا ہو کر دروازے کی زنجیر کو پکڑوں گا تو تم جانتے ہو کہ میں کسی کو تم پر ترجیح نہیں دوں گا۔ پس جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے تمہارے لیے پسند کیا ہے تم اس پر راضی ہو جاؤ تو انہوں نے کہا ہم راضی ہو گئے۔

اس روایت میں بھی وہ سب کمزوریاں موجود ہیں جن کی نشاندہی اس سے پہلی روایت میں کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ایک اور بات بھی کہی گئی ہے کہ زکوٰۃ لوگوں کے ہاتھوں کا میل کچیل ہے اس لیے بنی عبدالمطلب پر حرام ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ واقعی زکوٰۃ لوگوں کے ہاتھوں کا میل کچیل ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ انسانوں پر اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (انفال:26)

ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ (مائدہ:4)

ترجمہ: اے رسول! یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟

آپ کہہ دیجیے کہ تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔

وَأَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ (بقرہ:267)

ترجمہ: اور جو پاکیزہ چیزیں تم کماتے ہو ان میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

ان آیات کا تعلق سادات سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب انسانوں سے کہہ رہا ہے کہ اللہ نے تمہیں طیبات یعنی پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا ہے، اللہ نے تمہارے لیے طیبات کو حلال کیا ہے، تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے تو طیبات میں سے خرچ کرو۔

بات آگے بڑھانے سے پہلے لفظ طیبات کے معنی کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔ عربی زبان میں دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ طاہر اور طیب۔ طاہر کے معنی ہیں پاک جب کہ طیب صرف پاک کو نہیں بلکہ پاک کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت اور طبیعت کے ساتھ ہم آہنگ چیز کو کہتے ہیں۔ اس کو ایک مثال کے ذریعے اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے۔ پانی کا ایک برتن میز پر پڑا ہے، آپ کے کسی چھوٹے بچے نے شرارت کرتے ہوئے اس میں تھوک دیا۔ اس سے بھی بدتر یہ کہ اس میں بلغم چھینک دی۔ کیا یہ پانی نجس ہو گیا؟ نہیں۔ یہ پانی پاک ہے، اگر یہ پانی آپ کے لباس یا جسم پر پڑ جائے تو لباس یا جسم نجس نہیں ہوتا۔ آپ اس لباس یا جسم کے ساتھ نماز پڑھ سکتے

ہیں۔لیکن آپ اس پانی کو پینے کے لیے تیارنہیں ہوں گے۔اس لیے کہ یہ طیب نہیں ہے۔طیب کے اس معنیٰ کو بیان کرنے کے لیے اردو اور فارسی میں پاک کی بجائے پاکیزہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

اب اس سوال پر غور فرمائیں کہ کیا کوئی انسان دوسرے انسانوں کے ہاتھوں کا میل کچیل کھا سکتا ہے؟ دوسروں کو چھوڑ دیں،کیا کوئی انسان اپنے ہاتھ کا میل کچیل کھانے کے لیے آمادہ ہوسکتا ہے۔گرمیوں کے موسم میں جب آپ کے ہاتھوں پر پسینہ آیا ہوا ہو اور ہاتھ گرد و غبار سے بھی آلودہ ہوں،اگر آپ اپنی ہتھیلیوں کو آپس میں ملیں اور اس سے کچھ میل کچیل اترے تو کیا آپ اسے کھانے کا تصور کر سکتے ہیں؟ جب ایک سلیم النفس انسان اپنے ہاتھوں کا میل کچیل نہیں کھا سکتا تو دوسروں کے ہاتھوں کا میل کچیل کھانے پر کیسے تیار ہوسکتا ہے؟ کیا ہاتھوں کے میل کچیل کو طیب کہا جا سکتا ہے؟

جس اللہ نے سب انسانوں کو طیبات میں سے رزق دیا اور انسانوں کے لیے طیبات کو حلال کیا اسی نے زکوٰۃ کو فقراء و مساکین کے رزق کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ طیبات میں سے ہے۔جب طیبات میں سے ہے تو ہاتھوں کا میل کچیل ہرگز نہیں ہے اس لیے کہ ہاتھوں کا میل کچیل ہرگز طیبات میں سے نہیں ہے۔بنا بریں جو احادیث زکوٰۃ کو لوگوں کے ہاتھوں کا میل کچیل قرار دے رہی ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین نے ہرگز نہیں فرمائی ہیں۔استاد محترم آیت اللہ العظمیٰ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے بقول یہ احادیث جعلی احادیث گھڑنے والوں کے ہاتھوں کا میل کچیل ہیں۔ان احادیث کی بنیاد پر صادر ہونے والا فتویٰ بھی میل کچیل کے زمرے میں آئے گا۔دوسری طرف سے ایسی احادیث بھی کافی تعداد میں موجود ہیں جو غیر سید کی زکوٰۃ کو سادات کے لیے حلال قرار دے رہی ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام: قال اعطوا الزکوٰۃ من ارادھا من بنی ھاشم فانھا تحل لھم وانما تحرم علی النبی والامام الذی بعدہ وعلی الائمۃ علیھم السلام

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم میں سے جو ضرورتمند ہوں انہیں زکوٰۃ دے دیا کرو، یقیناً یہ ان کے لیے حلال ہے، یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے بعد امام اور آئمہ علیہم السلام پر حرام ہے۔ (وافی۔کتاب الزکوٰۃ باب 18)

اس روایت کی سند معتبر ہے۔اسی لیے فقہاء نے اس حدیث کو رد نہیں کیا بلکہ اس کی یہ تاویل کی ہے کہ

مجبوری اور اضطرار کی حالت میں بنی ہاشم کو غیر بنی ہاشم کی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔لیکن یہ تاویل درست نہیں ہے۔اگر ایسا ہوتا تو روایت کے الفاظ یہ ہوتے کہ اعطوا الزکوٰۃ من اضطر الیھا من بنی ھاشم (بنی ہاشم میں سے جو کوئی مجبور اور مضطر ہو اسے زکوٰۃ دے دیا کرو)۔

اس کے بعد فانھا تحل لھم (یقیناً یہ ان کے لیے حلال ہے) کے الفاظ بھی حلال ہونے کی واضح دلیل ہیں۔آخر پر یہ الفاظ بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں: وانما تحرم علی النبی والامام الذی بعدہ وعلی الائمۃ علیھم السلام (یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے بعد امام اور آئمہ علیہم السلام پر حرام ہے) انما کلمہ حصر ہے جس سے اس جملے میں یہ مفہوم پیدا ہو جاتا ہے کہ زکوٰۃ کی حرمت کا حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے لیے ہے۔

زکوٰۃ کا یہ حکم زکوٰۃ فطرہ پر بھی جاری ہوگا، یعنی فطرہ دیتے وقت سید اور غیر سید کا کوئی امتیاز نہیں دیکھا جائے گا۔سید، غیر سید سے عام زکوٰۃ بھی لے سکتے ہیں اور فطرہ بھی لے سکتے ہیں۔

اگر بفرض محال یہ بات مان لی جائے کہ زکوٰۃ لوگوں کے ہاتھوں کا میل کچیل ہے تو اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ یہ کونسا عدل اور کیسا انصاف ہے کہ غیر بنی ہاشم کے لیے تو یہ حلال ہو جبکہ غیر بنی ہاشم میں سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد، عمار یاسر، حبیب ابن مظاہر، دیگر شہدائے کربلا، بزرگ علماء جیسے شیخ صدوق، شیخ مفید اور بہت سے محترم اور مکرم افراد دیکھے جاسکتے ہیں لیکن بنی ہاشم کے لیے حرام ہو جبکہ ان میں ہارون رشید، مامون رشید، متوکل اور اس قماش کے بدکار اور فاسق و فاجر افراد بھی شامل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عزت و احترام کا ایک معیار مقرر کر دیا ہے اور وہ تقویٰ ہے:

اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ (حجرات:13)

ترجمہ: اللہ کے ہاں تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

اس معیار کے مطابق جو جتنا متقی ہے اسی قدر اللہ کے ہاں صاحب عزت ہے۔اللہ کے ہاں عزت واحترام میں نسل اور خاندان کو کوئی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ہاں اگر تقویٰ کے بلند درجات کے ساتھ ساتھ نسب اور خاندان بھی اعلیٰ ہو تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْر۔

زکوٰۃ اور صدقات کی حرمت اور حلیت کے حوالے سے اس حدیث کا ذکر بھی اہم ہے۔زرارہ امام محمد

باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تحل الصدقة للغني ولا لذي مرة سوي ولا لمحترف ولا لقوي قلنا وما معنى هذا؟

قال لا يحل له ان ياخذها وهو يقدر على ان يكف نفسه عنها

ترجمہ: صدقہ غنی کے لیے، کام کی طاقت رکھنے والے کے لیے، کوئی حرفہ اور پیشہ رکھنے والے کے لیے اور قوت والے کے لیے حلال نہیں ہے۔ ہم نے پوچھا اس کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کے لیے صدقہ لینا حلال نہیں ہے جبکہ وہ اپنے آپ کو اس سے بچا سکتا ہے۔ (معانی الاخبار صفحہ 262)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس حدیث میں بیان کردہ افراد کے لیے زکوٰۃ لینا حلال نہیں ہے خواہ وہ سید ہوں یا غیر سید، اور ان کے علاوہ جو افراد ہیں ان کے لیے زکوٰۃ حلال ہے خواہ سید ہوں یا غیر سید۔

خاتمہ:

محترم قارئین اس مقام پر ضرور سوچ رہے ہوں گے کہ ہمارے حوزہ ہائے علمیہ کے بڑے بڑے مجتہدین جنہوں نے ساری زندگی علوم آل محمد میں تحقیق کرتے ہوئے گزاری ہے وہ کیسے اس قسم کی آشکارا غلطیاں کر سکتے ہیں؟ بالآخر وہ بھی تحقیق کرتے ہیں اور مسائل کی تہہ تک جانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

اس قسم کے سوالات اور اس اندازِ فکر کی بنیاد مومنین کا حسن ظن ہے جو وہ علماء اور مجتہدین کے بارے میں رکھتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ وہ حقیقی صورت حال کا ادراک نہیں رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حوزہ ہائے علمیہ کی صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے جس کا تصور عموماً لوگوں کے ذہنوں میں پایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حوزہ ہائے علمیہ اور ہمارا روایتی نظام اجتہاد تحقیق کی روح سے بیگانہ ہو کر گزشتہ فقہاء کی اندھی تقلید کی راہ پر گامزن ہے۔ صرف ایک مثال آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اسی سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہمارے حوزہ ہائے علمیہ میں کس سطح کی تحقیق اور کس انداز کا اجتہاد ہو رہا ہے۔

ہماری فقہی کتابوں میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی طہارت و نجاست کا مسئلہ ہمیشہ زیر بحث رہا ہے۔ آیت اللہ العظمیٰ سید احمد خوانساریؒ جن کا انتقال اسّی کی دہائی کے اوائل میں ہوا ہے، مرجع تقلید تھے۔ وہ اپنی کتاب جامع المدارک میں اس مسئلہ پر اس طرح بحث کرتے ہیں:

واستدل لنجاست اهل الکتاب باخبار منها موثقه سعید الاعرج انه سئل اباعبدالله علیه السلام عن سؤر الیهودی والنصرانی ایؤکل او یشرب؟ قال: لا۔
و منها صحیحة محمد بن مسلم عن احدهما علیهما السلام قال سئلته عن رجل صافح مجوسیاً؟ قال: یغسل یداہ ولا یتوضاء۔ ومنها روایت ابی بصیر عن ابی جعفر علیه السلام فی مصافحة المسلم للیهودی والنصرانی؟ قال: من وراء الثیاب، فان صافحك بیدہ فاغسل یدك۔ وروایات صحاح و غیر صحاح لیکن غالبها یمکن فیه الخدشة من جهت الدلاله بل بعضها فی خلاف المطلوب ظاهر وفی قبالها اخبار اخر یظهر منها الطهارة بل لعلها صریحة فی الطهارة الذاتیه۔ وعلی فرض ظهور هذہ الروایات فی النجاسة الذاتیه یجمع بینها برفع الید عن الظهورلصراحة تلك الاخبار فی الطهارة الذاتیه۔لکن الظاهر اعراض الاصحاب عن العمل بالاخبار الدالة علی الطهارہ فلا محیص من القول بالنجاسة۔
ترجمہ: اور اہل کتاب کی نجاست پر کچھ احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ان میں سے ایک موثقہ سعید اعرج ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا یہودی یا نصرانی کا جھوٹا کھایا یا پیا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اور ان میں سے ایک حدیث صحیحہ محمد بن مسلم ہے جسے امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے مجوسی کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ آپ نے فرمایا ہاتھ دھولے، وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور ان میں سے ایک ابو بصیر کی روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا مسلمان یہودی یا نصرانی کے ساتھ ہاتھ ملا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کپڑے کے پیچھے سے ملا سکتا ہے اور اگر وہ اپنے ہاتھ سے تم سے ہاتھ ملائے تو اپنا ہاتھ دھولو۔ ان کے علاوہ کچھ اور صحیح اور غیر صحیح روایات بھی ہیں جو ان کی نجاست پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کے مقابل کچھ اور روایات ہیں جن سے ان کی طہارت ظاہر ہوتی ہے بلکہ شاید وہ ان کی طہارتِ ذاتی کو صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔ اگر بالفرض یہ روایات ان کی نجاستِ ذاتی کو ظاہر کرتی ہوں تو ان دونوں قسم کی روایات کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ ان کی نجاست پر دلالت کرنے والی روایات کے ظاہر سے دست بردار ہوا جائے گا اس لیے کہ ان کی طہارت کی روایات ان کی طہارتِ ذاتی کو صراحت کے ساتھ کرتی ہیں۔ لیکن چونکہ اصحاب یعنی شیعہ مجتہدین نے طہارت پر

دلالت کرنے والی روایات سے اعراض کیا ہے لہٰذا ان کی نجاست کا فتویٰ دینے کے سوا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ (جامع المدارک جلد 1 صفحہ 202)

قارئین محترم ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی تعلیمات میں یہ بات بہت روشن اور واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے کہ جب دو متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف احادیث ہمارے پاس آئیں تو ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم انہیں قرآن مجید کی روشنی میں پرکھیں۔ جو حدیث قرآن مجید کے مطابق ہو اسے قبول کر لیا جائے اور جو خلافِ قرآن ہو اسے ترک کر دیا جائے۔لیکن اس مثال میں آپ نے دیکھا کہ اہل کتاب کی طہارت اور نجاست پر دلالت کرنے والی روایات کے معاملہ میں آئمہ معصومین علیہم السلام کے دیئے ہوئے اس معیار کو نظر انداز کر کے فقہاء کے ردو قبول کو معیار بنا لیا گیا۔ یہ ہے ہمارا اجتہاد جس پر ہم بڑے فخر سے اتراتے ہیں کہ ہمارے ہاں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ جبکہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح نظر آ رہی ہے کہ اس مثال میں اپنے اجتہاد اور اپنی تحقیقی رائے کو ایک طرف رکھ کر فقہاء میں مشہور رائے کی اندھا دھند تقلید کی گئی ہے۔

کیا ان حالات میں ہمارے لیے فقہا کے فتاویٰ کی اندھا دھند تقلید کرنا جائز ہے؟ آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات میں اس قسم کی اندھی تقلید کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

اذا حدثتکم بحدیث فاسئلونی من کتاب اللہ

ترجمہ: جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو مجھ سے پوچھا کرو کہ اللہ کی کتاب میں اس کی دلیل کیا ہے؟

(اصول کافی جلد 1، باب الرد الی الکتاب والسنہ حدیث 5)

جب امام معصوم یہ پسند نہیں فرماتے کہ ان کی بات کو آنکھیں بند کر کے دلیل کے بغیر مان لیا جائے تو کیا وہ اس بات کو پسند کریں گے کہ غیر معصوم علماء کے فتاویٰ کو آنکھیں بند کر کے مان لیا جائے۔

مومنین کرام !اس حدیث پر بھی توجہ فرمائیں:

عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قلت لہ اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ قال اما واللہ مادعوھم الی عبادۃ انفسھم ولو دعوھم ما اجابوھم ولکن احلو لھم حراما و حرموا حلالا فعبدوھم من حیث لا یشعرون۔ (اصول کافی جلد 1، باب تقلید حدیث 1)

ترجمہ: ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ: انہوں نے (یعنی یہود و نصاریٰ نے) اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنالیا (توبہ: 31)۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! انہوں نے (یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء و مشائخ نے) انہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی تھی، اگر وہ ایسی دعوت دیتے بھی تو لوگ ان کی دعوت کو قبول نہ کرتے۔ لیکن انہوں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنادیا اور انہوں نے ان کے بنائے ہوئے حلال و حرام میں ان کی اطاعت کر کے نادانستہ طور پر ان کی عبادت کرلی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر علماء اللہ کے حلال و حرام کو چھوڑ کر خود سے حلال و حرام بنالیں، اللہ کے حلال کو حرام اور اس کے حرام کو حلال کر ڈالیں اور لوگ ان کے فتاویٰ کی تقلید کرلیں تو گویا وہ ان کی عبادت کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اس بات کا ذکر کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کی اس روش سے بچ کر رہیں۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں علماء و مشائخ نے بھی مسلمانوں کو اسی روش پر چلا دیا اور وہ چل رہے ہیں۔ تقلید کی جو صورت علماء نے عوام پر مسلط کر دی ہے وہ درحقیقت یہی ہے۔ عام افراد تو درکنار اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان بھی اس بات کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ دیکھ لیں کہ جو فتویٰ مفتی صاحب یا مرجع صاحب نے دیا ہے وہ قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب:

تحقیق مسائل تقلید

☆☆☆

دور حاضر میں زکوٰۃ کی عملی صورت

زکوٰۃ نوٹوں سمیت سب اموال پر واجب ہے۔ صرف نو چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہونے والی بات درست نہیں ہے۔ اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں چند اہم باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔

1۔ واجب زکوٰۃ کی دو اقسام ہیں: (i) نصابی زکوٰۃ (ii) غیر نصابی زکوٰۃ

(i) نصابی زکوٰۃ:

اس سے مراد وہ زکوٰۃ ہے جو کسی چیز کی ایک مقرر شدہ مقدار کا مقرر شدہ فیصد ہوتی ہے مثلاً 20 دینار یعنی ساڑھے سات تولے سونا ہو تو اس کا اڑھائی فیصد نصابی زکوٰۃ ہوگی۔

(ii) غیر نصابی زکوٰۃ:

اگر کوئی شخص واجب نصابی زکوٰۃ ادا کر چکا ہو یا اس کے اوپر نصابی زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو تو بھی بعض اوقات اس پر کسی کی مدد کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص خود پیٹ بھر کر سورہے اور اس کا پڑوسی رات کو بھوکا رہے تو ایسا شخص مسلمان نہیں ہے۔ اب ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہو، ایک شخص نے اپنی واجب نصابی زکوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادا کر دی ہے یا وہ سرے سے صاحب نصاب نہیں ہے اور اس پر نصابی زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہے۔ اس نے خود تو کھانا کھالیا مگر اس کا پڑوسی بھوکا ہے۔ اس شخص پر واجب ہے کہ اپنے پڑوسی کو کھانا کھلائے۔ ورنہ اس حدیث کے مطابق یہ مسلمان کہلانے کا حقدار انہیں ہوگا۔ اس کو ہم غیر نصابی واجب زکوٰۃ کہیں گے۔

2۔ ہر دور میں زکوٰۃ کا نصاب ایک نہیں ہوگا اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے کہ:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ۔۔۔

ترجمہ: صدقات (زکوٰۃ) فقراء اور مساکین کے لئے ہیں: (توبہ:60)

حدیث میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ فِيْ اَمْوَالِ الْاَغْنِيَاءِ لِلْفُقَرَاءِ مَا يَكْتفون به (الکافی:3:498)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے اموال میں فقراء کا اتنا حصہ رکھا ہے جو ان کے لیے کافی ہے۔

ہر دور کے اقتصادی حالات کو مدنظر رکھ کر اور غربت اور دولتمندی کے معیاروں کو سامنے رکھتے ہوئے زکوٰۃ کا نصاب مقرر کرنا مسلمانوں کی ریاست کی حکومت کی ذمہ داری ہے اور نصابی زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم بھی اسی کی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ دراصل نصابی زکوٰۃ ہی مسلمانوں کی ریاست کی حکومت کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ ہے۔ یہ بات بھی واضح ہو کہ اسلامی ریاست کو زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی ٹیکس عائد کرنے کا اختیار بھی نہیں ہے۔ یہ جو

پاکستان میں ہر قسم کے غیر عادلانہ ٹیکسوں کے ساتھ ساتھ بنکوں سے زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے یہ اسلام کے ساتھ مذاق ہے جو ایک بے ایمان، جھوٹے اور منافق ڈکٹیٹر نے شروع کیا تھا۔اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کی ریاست کی حکومت کا مطلب ملاؤں کی حکومت ہرگز نہیں ہے۔مسلمانوں کو حتیٰ الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ ان کے ملک میں ملاؤں کی حکومت قائم نہ ہو۔ملاؤں کی حکومت ظلم اور فساد کے سوا کچھ نہیں کر سکتی۔

4۔کسی بھی ریاست میں رہنے والے عوام جو ٹیکس اپنی حکومتوں کو دیتے ہیں وہ اس مقصد کے لیے ہوتے ہیں کہ حکومت اس سے نظام مملکت کو چلائے اور قوم اور ملک کو ترقی اور فلاح کی راہ پر گامزن کرے۔اسلامی ریاست یا مسلمانوں کی ریاست اس مقصد کے لیے زکوٰۃ وصول کرتی ہے۔احادیث میں یہ بات واضح طور پر بیان ہوئی ہے کہ اگر حکومت کسی سے خراج یا ٹیکس لے لے تو اس کی مقدار کے برابر زکوٰۃ اس کی زکوٰۃ سے منہا ہو جائے گی اور ٹیکس یا خراج کی رقم اس کی زکوٰۃ کے برابر ہو تو وہ زکوٰۃ محسوب ہوگی اور اس پر مزید کوئی نصابی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ایسا نہیں ہے کہ کوئی شخص حکومت کو ٹیکس بھی ادا کرے اور پھر نصابی زکوٰۃ بھی اس پر واجب ہو۔

سئل ابو الحسن علیه السلام عن رجل یاخذ منه هؤلاء زكوٰة ماله او خمس غنيمته او خمس ما يخرج له من المعادن ايحسب ذالك له في زكوٰته و خمسه؟ فقال: نعم۔

ترجمہ: امام ابوالحسن (امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس سے حکمران اس کے مال کی زکوٰۃ یا اس کی غنیمت اور معدنیات کا خمس وصول کر لیتے ہیں۔کیا یہ اس کی زکوٰۃ اور خمس محسوب ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (فقیہ جلد 2 صفحہ 43 حدیث 1656)

پاکستان میں ہر شخص بہت سے براہ راست یا بالواسطہ بہت سے ٹیکس ادا کر رہا ہوتا ہے جو مجموعی طور پر واجب نصابی زکات سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔جس کے بعد بنکوں سے زکوٰۃ کی جبری کٹوتی کسی طور پر درست نہیں ہے۔

5۔جن اسلامی ممالک میں حکومت کا مالی نظام زکوٰۃ پر استوار نہیں ہے بلکہ دوسرے ٹیکسوں پر قائم ہے ایسے ممالک میں رہنے والے افراد پر اور غیر اسلامی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں پر نصابی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی۔اگر وہ نصابی زکوٰۃ ادا کرنا چاہیں تو وہ مستحب ہوگی۔ایسے ممالک میں رہنے والے تمام افراد پر واجب ہوگا کہ فقراء و مساکین اور محتاجوں کی امداد کے لئے، حسب حال اور حسب توفیق غیر نصابی زکوٰۃ ادا کریں۔اسی طرح فروغ مذہب کے منصوبوں یا معاشرتی فلاح و بہبود کے منصوبوں کی حسب توفیق اور حسب ضرورت امداد بھی غیر

نصابی واجب زکوٰۃ یا مستحب زکوٰۃ کے زمرے میں آئے گی۔

مختصر یہ کہ دورِ حاضر میں جب کہ کتبِ فقہ میں لکھی ہوئی زکوٰۃ وخمس کا زمینی حقائق سے کوئی تعلق نہیں رہا، مسلمانوں کو مالی عبادت کرتے ہوئے قرآن مجید کی ان تین آیات کی رہنمائی میں عمل کرنا چاہیے:

1۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (بقرہ:219)

ترجمہ: اور یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ یہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ کہہ دیجیے جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔

2۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (اسراء:29)

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ (کنجوسی اور بخل) کی وجہ سے اپنی گردن کے ساتھ نہ باندھ لو اور نہ ہی اسے بالکل کھلا چھوڑ دو، کہ ان دونوں صورتوں میں تم ملامت زدہ اور حسرت زدہ ہو کر بیٹھ جاؤ گے۔

یعنی اپنی ضرورت سے زائد مالی وسائل کو اعتدال کے ساتھ ضرورتمندوں کی مدد اور خدمتِ دین کے منصوبوں پر خرچ کریں۔ نہ غیر ضروری بخل اور کنجوسی کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی قسم کی زیادہ روی کی کوئی اجازت ہے۔

زکوٰۃ کی رقم خرچ کرتے وقت اس اصول کو بھی ضرور مدنظر رکھا جائے جو سورۂ ملک کی آیت 2 میں بیان کیا گیا ہے تا کہ زکوٰۃ کی رقم سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کیے جاسکیں:

3۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

ترجمہ: اللہ نے موت وحیات کا سلسلہ اس لیے پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔

مثال کے طور پر زکوٰۃ کی رقم سے ایک فنڈ قائم کر لیا جائے اور جو افراد کوئی کام کر سکتے ہوں انہیں اس فنڈ سے قرض الحسنہ دیا جائے۔ وہ اس رقم سے اپنا کوئی کاروبار شروع کریں اور آسان اقساط میں قرض ادا کرتے رہیں۔ اس طرح فنڈ کی رقم سے زیادہ سے زیادہ افراد فائدہ اٹھا سکیں گے۔

والحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ الطاھرین